OPEN ACCESS
Al-Azvā الاضواء
ISSN 1995-7904; E 2415-0444
Volume 38, Issue, 59, 2023
www.aladwajournal.com

مرویاتِ اہل بیت رضی اللہ عنہم میں نقوشِ سیرت کی اطلاقی جہات

The applied aspects of Seerah in the narrations of Ahl al-Bayt (R.A)

Saeed Ahmed, Associate Professor
Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore

KEYWORDS

Holy Prophet (ﷺ); Ahl-e-Bait (R.A); the Holy Wives (R.A); Most important Hadiths.

Abstract

A majority of Islamic scholars consider the wives of the holy prophet (ﷺ), Hazrat Ali, Sayeda Fatima, and their children as a part of the Ahl-e-Bait (R.A), or sacred family. There are numerous narrations found in the books of Hadith and Tafsir that are narrated by the Ahl e Bait (R.A). This study aims to establish that these narrations are applicable in various aspects of a society. The significance of the study lies in the depiction of an in-depth analysis of all those aspects to which these narrations are applicable. The Hadiths about the worship rituals of the Holy Prophet (ﷺ) teach Muslims how to perform salah with submission and sincerity. The narrations of the Holy Wives (R.A) about His life as a family man are especially significant because they teach a Muslim how to treat his family. Similarly, there are several examples from the life of the Holy Prophet (ﷺ) that show how to do social interaction and urge Muslims to be truthful, upright, and loyal to their commitments. Most importantly, these hadiths tell us about the political and economic strategies that He applied in Madina, which are also applicable to our society today.

Date of Publication:
30-06-2023

CC BY

قرآن مجید ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک اور محفوظ ترین کتاب ہے۔اس کی عملی تشریح و تفسیر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ ہے۔اسے بھی اللہ تعالیٰ نے محفوظ و مامون رکھنے کے انتظامات فرمائے۔اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے سیرت نبویہ کا لمحہ لمحہ امت تک پہنچایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت و جلوت، بیداری و استراحت، گفتگو اور خاموشی کا لحظہ لحظہ صفحات اور قلوب و اذہان میں مرقوم اور محفوظ ہے۔یہ تمام معلومات معاشیات،سیاسیات،اخلاقیات اور عبادات وغیرہ کے میادین میں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔انہیں اپنی عملی زندگی میں اپنا کر معاشرے سے بے چینی،بے اعتدالی،بے راہروی، فرقہ بندی، اضطراب، قتل وغارت گری اور تعصب کا خاتمہ یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

جہاں تک لفظ سیرت کا تعلق ہے تو یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کا مادہ، س، ی، ر ہے۔اس کا مطلب ہے: "چلنا، راستہ اختیار کرنا، رویہ، عمل پیرا ہونا" [1] اس کا ایک معنی چلنے کا انداز بھی ہے۔[2] علاوہ ازیں یہ لفظ اسلوب، چال چلن، حالت، کردار اور خصلت کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔[3]

قرآن مجید میں یہ لفظ ایک ہی بار مذکور ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

سنعیدھا سیرتھا الاولی [4]

"ہم اسے اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔"

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن جانے کے بعد دوبارہ عصا بنا تو اللہ تعالیٰ نے لفظ سیرت بمعنی حالت و کیفیت استعمال فرمایا۔

سیرت کا اصطلاحی مفہوم

طویل تاریخی سفر کے بعد لفظ سیرت باقاعدہ اصطلاح بن چکا ہے۔اب اس سے صرف نبی کریم ﷺ کی زندگی کے جملہ حالات کا بیان مراد لیا جاتا ہے کسی اور منتخب شخصیت کے حالات کے لئے سیرت کا استعمال تقریبا متروک ہوچکا ہے۔اب اگر مطالعہ سیرت، کتب سیرت، وغیرہ کا ذکر کیا جائے تو چاہے رسول، نبی، پیغمبر یا مصطفی وغیرہ الفاظ نہ بھی ہوں تب بھی اس سے مراد حضور ﷺ کی سیرت ہی لی جاتی ہے بلکہ بعض دفعہ تو لفظ سیرت کو کتاب کے مصنف کی طرف مضاف کرکے بھی یہی اصطلاحی معنی لئے جاتے ہیں مثلاً سیرت ابن ہشام کا مطلب ابن ہشام کے حالات زندگی نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہیں جو ابن ہشام نے جمع کئے ہیں۔اسی سے ہمارے زمانے میں آج کل جلسہء سیرت، سیرت کانفرنس، مقالات سیرت، اخبارات ورسائل کے سیرت نمبر وغیرہ بکثرت الفاظ استعمال ہونے لگے ہیں۔ان تمام تراکیب میں لفظ سیرت کے معنی ہمیشہ سیرت رحمۃ اللعالمین ﷺ ہی ہوتے ہیں بعض دفعہ ادب واحترام کے اظہار کے لئے اس لفظ کے ساتھ کسی صفت کا اظہار کر دیتے ہیں مثلاً سیرتِ طیبہ ﷺ سیرتِ پاک ﷺ وغیرہ۔

اہل بیت سے مراد

بعض ائمہ تفسیر کے نزدیک اہلِ بیت سے مراد صرف ازواجِ مطہرات ہی ہیں۔ حضرت عکرمہ و مقاتل نے یہی فرمایاہے اور سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے آیت میں اہلِ بیت سے مراد ازواجِ مطہرات کو قرار دیا۔ اور استدلال میں اگلی آیت پیش فرمائی:۔

واذكرن مايتلى في بيوتكن [5]

اور سابقہ آیات میں نساء النبی کے الفاظ سے خطاب بھی اس کا قرینہ ہے۔ حضرت عکرمہ تو بازار میں منادی کرتے تھے، کہ آیت میں اہلِ بیت سے مراد ازواجِ مطہرات ہیں کیوں کہ یہ آیت اِن ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ میں اس پر مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

لیکن حدیث کی متعدد روایات جن کو ابنِ کثیرؒ نے اس جگہ نقل کیا ہے اس پر شاہد ہیں کہ اہلِ بیت میں حضرت فاطمہ اور علی اور حضرات حسن و حسین بھی شامل ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور اس وقت آپ ایک سیاہ رومی چادر اوڑھے ہوئے تھے، حسن بن علیؓ آگئے تو آپ نے ان کو اس چادر میں لے لیا، پھر حسینؓ آگئے، ان کو بھی اسی چادر کے اندر داخل فرمالیا، اس کے بعد حضرت فاطمہؓ پھر حضرت علی المرتضیٰؓ آگئے، ان کو بھی چادر میں داخل فرمالیا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی

" اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا "[6]

اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آیت پڑھنے کے بعد فرمایا" اللّٰهم هٰولاء أهل بيتي " [7]

ابن کثیر نے اس مضمون کی متعدد احادیثِ معتبرہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ درحقیقت ان دونوں اقوال میں جو آئمہ تفسیر سے منقول ہیں کوئی تضاد نہیں، جن لوگوں نے یہ کہاہے کہ یہ آیت ازواجِ مطہرات کی شان میں نازل ہوئی اور اہلِ بیت سے وہی مراد ہیں یہ اس کے منافی نہیں کہ دوسرے حضرات بھی اہلِ بیت میں شامل ہوں۔

مرویات اہل بیت رضی اللہ عنہم

ذیل میں امہات المومنین رضی الله عنهن اور آل عباء عليهم السلام سے مروی روایات کا مختصر تذکرہ کیا جارہاہے۔

حضرت عائشہؓ: محدثینِ عظام کے مطابق حضرت عائشہؓ کا شمار ان رواۃ میں، جن سے کثیر تعداد میں حدیث شریف کی روایات ذکر کی گئی ہیں، چھٹے نمبر پر آتا ہے؛ بلکہ بعض حضرات کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والوں میں آپ کا نمبر چوتھا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی مرویات کی فہرست دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صرف حضرت ابوہریرہ، عبد اللہ بن عباسؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ کی مرویات آپ سے زیادہ ہیں۔ محدثین عظام نے

آپ کی مرویات کی تعداد (۲۲۱۰) دوہزار دوسودس بتائی ہیں، ان میں تقریباً ۲۷۳ صحیحین یعنی بخاری شریف اور مسلم شریف میں موجود ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ: آپؓ کی مرویات کی تعداد محدثین عظام کے مطابق ۳۷۸ ہے، جن میں سے بہت سی احادیث بخاری اور مسلم وغیرہ کتب میں شامل ہیں۔ آپ مفتیہ بھی تھیں، آپ کے متعدد فتاویٰ موجود ہیں۔ ابن قیمؒ کے مطابق اگر آپ کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک رسالہ تیار ہو جائے۔

حضرت حفصہؓ: آپ کی مرویات کی تعداد ۶۰ ہے۔ آپ سے بڑے بڑے صحابہؓ نے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت میمونہؓ: آپ کی مرویات کی تعداد ۴۶ ہے۔

حضرت جویریہؓ: آپ سے حدیث شریف کی ۷ روایات منقول ہیں۔

حضرت سودہؓ: آپ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں شامل ہیں۔ آپ سے حدیث شریف کی ۸ روایات مذکور ہیں۔

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ: حضرت عباسؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ آپ غزوہ بدر کے بعد اسلام میں داخل ہوئے، باطنا آپ مکی دور میں ہی مسلمان ہوگئے تھے، آپ سے حدیث شریف کی ۳۵ روایات مذکور ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ: آپ حبر الامت کہلاتے ہیں۔ آپ علم تفسیر میں کمال رکھتے تھے۔ تفقہ فی الدین کی وجہ سے حضرت عمرؓ کے یہاں آپ کا خاص مقام تھا۔ حالانکہ آپ عمر میں چھوٹے تھے۔ لیکن پھر بھی آپ کی فہم وفراست کی وجہ سے آپ کو حضرت عمرؓ اجلۂ صحابہؓ میں جگہ دیتے تھے۔ آپ سے حدیث کے سلسلے میں ۱۶۶۰ احادیث کی روایت کی گئی ہیں۔ آپ کی تفسیر، تفسیر ابن عباسؓ کے نام سے مشہور ہے، جس کے الفاظ تفسیر کی مختلف کتب میں پائے جاتے ہیں۔

عبداللہ بن جعفرؓ: آپ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے بیٹے ہیں۔ آپ کے والد محترم غزوۂ موتہ میں شہید ہوگئے تھے، اس وقت حضرت جعفرؓ کی عمر ۳۳ سال تھی۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اس وقت بچے ہی تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کا زیادہ موقع نہیں ملا لیکن پھر بھی آپ سے ۲۵ روایات حدیث منقول ہیں۔

حضرت ام ہانیؓ: آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہن تھیں۔ رشتہ دار ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ سے سماعت کے بہت سے مواقع نصیب ہوئے، آپ سے حدیث شریف میں تقریباً ۴۶ روایات منقول ہیں۔ ایک روایت اس طرح سے ہے کہ آپ نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا

آسانی سے انجام دے سکوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ روزانہ (۱۰۰) سو بار سبحان اللہ کہہ لیا کرو، اس کا ثواب اتنا ہے کہ جیسے کسی نے اللہ کے راستے میں ۱۰۰ اونٹ قربان کیے ہوں اور وہ سب قبول ہو گئے ہوں۔ ۱۰۰ بار الحمدللہ کہہ لیا کرو اس کا ثواب اتنا ہے کہ جیسے کسی نے ۱۰۰ گھوڑے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے دیے ہوں اور وہ قبول ہو گئے ہوں اور ۱۰۰ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو اس کا ثواب اتنا زیادہ ہے جیسا کہ کسی نے ۱۰۰ غلام اللہ کے لیے آزاد کیے ہوں اور ۱۰۰ بار لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرو اس کا ثواب تو زمین و آسمان کے درمیان کے خلاء کو پر کر دیتا ہے۔

حضرت علی بن علی ابی طالبؓ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن سے وصال رسول مکرم تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر تربیت وصحبت رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کثیر الروایت ہیں۔ استاذ یوسف اوزبک نے "مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ" مرتب کیا ہے۔ اس مسند کے مطابق آپ کی مرویات کی تعداد سترہ ہزار چار سو بیاسی ہے۔ یہ کتاب سات ضخیم جلدوں میں دار المامون للتراث سے پہلی بار 1995 میں شائع ہوئی۔

حضرت فاطمہؓ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہؓ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد آپ کی زندگی میں ہی وفات پا چکی تھیں، صرف حضرت فاطمہؓ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۶ مہینے بعد تک زندہ رہیں۔ حضرت فاطمہؓ نکاح سے پہلے بھی اور نکاح کے بعد بھی آپ ہی کے قرب وجوار میں رہیں۔ علم فقہ کے میدان میں بھی آپ کی خدمات مسلم ہیں؛ لیکن حدیث شریف میں آپ کی زیادہ روایات موجود نہیں ہیں۔ قاضی عبدالصمد صارم کے مطابق حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی ۱۸ روایات مختلف کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

حضرت حسنؓ: حضرت حسن بن علیؓ، حضرت فاطمہؓ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت حضرت حسن بن علیؓ کی عمر تقریباً ۸ سال تھی۔ اس قلیل مدت میں بھی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریباً ۱۳ روایات حدیث یاد کر لی تھی، جو آج تک کتب حدیث میں موجود ہیں۔

حضرت حسینؓ: حضرت حسین بن علیؓ حضرت فاطمہؓ کے دوسرے بیٹے ہیں جن کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تقریباً ۷ سال تھی۔ آپ سے اتنی کم عمری میں تقریباً ۸ روایات مختلف کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

مرویاتِ اہل بیت رضی اللہ عنہم میں نقوش سیرت کی اطلاقی جہات

مرویاتِ اہل بیت کی ایک کثیر تعداد ہے کتب حدیث کے ذخیرہ میں موجود ہے۔ اسلام میں اہلِ بیت کی اصطلاح نہایت محترم اور معزز ہے۔ قرآن کریم کی تفاسیر اور کتب حدیث میں بھی متعدد روایاتِ اہل بیت مذکور ہیں جن میں نقوش سیرت کی مختلف جہات سامنے آتی ہیں۔

1۔امورِ تعبدیہ سے متعلق مرویات

آج مسلمانوں کی اکثریت جہاں زندگی کے دیگر معاملات میں افراط و تفریط کا شکار ہے وہیں اُمورِ تعبدیہ کے سلسلے میں بھی وہ اعتدال و توازن سے دور ہے، ایک طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ اُمورِ تعبدیہ ہی کامل دین ہیں، جس نے نماز ادا کرلی، روزہ رکھ لیا اور مال دار ہونے کی صورت میں زکوۃ ادا کردی اور حج کر لیا تو اس نے گویا مکمل دین پر عمل کرلیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی عالمین کے لیے کامل اسوہ حسنہ ہے۔امورِ تعبدیہ سے متعلق روایات اہل بیت اطہار میں سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل جہات واضح ہو تی ہیں۔

الف: کامل عبادت

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث جبریلؑ میں ایمان و اسلام کی حقیقت واضح ہونے کے بعد سوال کیا گیا کہ ہے کہ قَالَ: فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ "پھر انہوں نے کہا کہ مجھے احسان کے بارے میں بتایئے قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ ' فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ "آپؐ نے فرمایا: (احسان یہ ہے) کہ تم اس کیفیت میں اللہ کی بندگی کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو. پس اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے (یہ کیفیت پیدا نہیں ہو رہی) تو (یہ کیفیت تو پیدا ہو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔[8]

ب: خشوع و خضوع

صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار صلوا كما رأيتموني أصلي پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بارگاہِ ربوبیت میں سجدہ ریز ہونے کی لذت سے آپ آشنا ہو گئے مثلاً۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ کی نماز کے بارے ابن کثیرؒ کی روایت ہے:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا، کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ اس امانت کا وقت ہے جس کو اللہ جل شانہ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس کے تحمل سے عاجز ہو آگئے اور میں نے اس کا تحمل کیا ہے۔"[9]

اس سے ہمیں درس ملتا ہے کہ ہم بھی اپنی عبودیت میں خشوع و خضوع کی لذت سے آشنا ہونے کی سعی کریں۔

ج: نبی کریم ﷺ کی دعائیں

نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو دعا کے کلمات سکھائے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي قُنُوتِ الْوَتْرِ: " اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ "[10]

"یا اللہ! مجھے راہ دکھلا اُن لوگوں میں جن کو آپ نے راہ دکھلائی، اور عافیت دے اُن لوگوں میں جن کو آپ نے عافیت عطا فرمائی، اور کارسازی فرمایئے میری ان لوگوں میں جن کے آپ کارساز ہیں، اور ہمیں ان چیزوں میں برکت عطا فرمایئے جو آپ نے ہمیں عطا فرمائیں، اور ہماری ان چیزوں کے شر سے حفاظت فرمایئے جن کا آپ نے فیصلہ فرمایا، کیوں کہ آپ ہی فیصلہ کرنے والے ہیں، اور آپ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ بے شک آپ جس کی مدد فرمائیں وہ ذلیل نہیں ہوسکتا۔ اے ہمارے رب! آپ بابرکت ہیں اور بلند وبالا ہیں۔"

حضرت عبد اللہ ابن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کوئی مشکل معاملہ در پیش ہوتا تو یہ کلمات پڑھتے:

" لَا إِلَهَ إِلا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ " [11]

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بردبار و بزرگ ہے پاک ہے اللہ جو عرش عظیم کا مالک ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کی ہیں جو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے۔"

مندرجہ بالا روایات سے واضح ہوتا ہے کہ ہمیں بھی اپنے بچوں کو تعلق باللہ اور ذوق عبادت کی آبیاری کے لیے دعائیں یاد کرانی چاہیے اور ہر مشکل وقت میں رجوع الی اللہ کی تربیت کرنی چاہیے۔

2۔عائلی امور سے متعلق مرویات

اُمورِ عائلی میں عائلی لفظ عائل سے ماخوذ ہے اور عائل عربی زبان کا لفظ ہے جس کو عربی لغت میں کئی معانی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی زبان میں عورت کیلئے عائلہ کا لفظ استعمال ہوا ہے، افرادِ خانہ کیلئے گھر میں جتنے افراد ہیں ان کے لئے عائل لفظ لایا گیا ہے۔ عائل کی جمع عائلات ہے اور بعض کے نزدیک عائل کی جمع عیال بھی ہے۔ عائل سے مختلف الفاظ بنتے ہیں جو مختلف معانی رکھتے ہیں۔ یہ لفظ اپنے اندر وسعت رکھتا ہے عیال داری سے مراد ہے گھر اور گھر کے افراد کی کفالت کرنا، جس میں بیوی بچے والدین سب شامل ہیں امورِ عائلی سے متعلق ازواج مطہرات کی مرویات سے مندرجہ ذیل امور مترشح ہوتے ہیں:۔

الف: ایمانِ کامل

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:۔

قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"إن من اكمل المؤمنين إيمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله "[12]

"ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے زیادہ کامل ایمان والا مومن وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو، اور جو اپنے بال بچوں پر سب سے زیادہ مہربان ہو"

مندرجہ بالا روایت سے ایمان کے کامل ہونے کی دو نشانیاں بیان کی گئی ہیں؛ حسن اخلاق اور اپنے اہل و عیال کے لیے لطف و کرم کا روایہ۔

ب: جنت میں داخلے کی شرط

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ، وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ[13]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : جو عورت مر جائے اور اس کا شوہر اس سے خوش ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گی"۔

مندرجہ بالا حدیث میں عورت کو جنت میں داخل ہونے کیلئے عبادت سے زیادہ شوہر کے ساتھ حسن معاملہ پر منحصر کیا گیا ہے۔

ج: عائلی تحمل و برداشت

علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں نقل کرتے ہیں کہ:

« ابن عدي عن علی ابن ابی طالب رضي الله تعالی عنهما مرفوعا أبغض الحلال إلى الله الطلاق ورواه البيهقي مرسلا۔»[14]

" عدی بن حاتم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ اللہ کو حلال چیزوں میں سخت ناپسند طلاق ہے اور امام بیہقی نے اس رویت کو مرسل قرار دیا ہے۔"

د: عائلی معاملات کا حسن

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ:

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اليَدُ العُلْيَا خَيْرٌ مِنَ اليَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ۔»[15]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہے اور پہلے ان ہر خرچ کرو جن پر خرچ کرنا تمہارے ذمہ ہے۔"

اسی طرح کی عبارت ایک دوسری حدیث میں بھی ہے جس میں ان افراد کا بھی ذکر ہے کہ جن پر خرچ کرنا انسان کی ذمہ داری ہے۔ دوسری جگہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

«الْمُعْطِي الْعُلْيَا، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ،أُمَّكَ وَأَبَاكَ وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ۔»[16]

"عطا کرنے والا ہاتھ ہی بلند ہوتا ہے اور پہلے ان سے شروع کرو جن پر خرچ تمہارے ذمے ہے جیسے تمہاری ماں، تمارا باپ، تمہاری بہن، تمہارا بھائی پھر ایسے ہی اس کے بعد پھر اس کے بعد۔"

ان احادیث میں عائلی امور میں مرد کے ذمہ اہل خانہ، خاندان اور دیگر رشتہ داروں کی کفالت کی راہنمائی ملتی ہے اور یہی عائلی معاملات کا حسن ہے۔

3۔ معاشرہ سے متعلق مرویات

معاشرہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ ع، ش، ر ہے۔ العشرۃ صحبت اور مخالطت کو کہا جاتا ہے۔[17]

المعشر کا معنیٰ ہے ایک طرز کے لوگ، جماعت جس کے مشاغل واحوال ایک جیسے ہو۔[18] جبکہ العشیرۃ قبیلہ آل اولاد خاندان وغیرہ۔جب کہ معاشرت سے مراد مختلف لوگوں کا مل جل کر زندگی بسر کرنا ہے۔[19]

الف:لوگوں کے ساتھ حسن سلوک

آنحضرت ﷺ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے تمام واقعہ ذکر کیا،ام المومنینؓ نے آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے مندرجہ ذیل شخصی وسماجی امتیازات کی طرف اشارہ فرمایا:

«كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ،»[20]

”خدا کی قسم! آپ تسلی رکھیے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز آپ کو اس لیے ضائع نہیں ہونے دے گا کہ آپ صلہ رحمی کرنے والے ہیں،(بیواؤں اور لاوارث)لوگوں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں، محتاجوں کو کما کر دینے والے ہیں، مہمان نوازی کرنے والے ہیں اور لوگوں پر آنے والی مشکلات میں ان کی مدد کرنے والے ہیں۔“

یہی وہ پیغمبرانہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے بقائے باہمی فروغ پاتی ہے اور اسی کے ذریعے سماجی ارتقاء کی منازل طے ہوتی ہیں۔

ب:امانت ودیانت

جب خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجرِ اسود کو اس کے مقام تک اٹھا کر رکھنے میں قریش کے اندر سخت اختلاف پیدا ہوا اس وقت آپ ﷺ عہد شباب میں تھے لیکن قریش کے سرداروں اور بڑے بوڑھوں کو حسب معاہدہ جب یہ ہاشمی نوجوان دکھائی پڑا تو سب نے بیک آواز ہو کر کہا:

" هَذا مُحَمَّدُن الأَمِيْنُ رَضِيْنَا هَذا مُحَمَّدُن الأَمِيْنُ "[21]

” یہ محمد ﷺ، امین شخص ہیں، ہم ان سے خوش ہیں، یہ محمد ﷺ، امین ہیں“۔

سب نے اس نوجوان کے حکیمانہ فیصلے کو بخوشی قبول کیا اور اس طرح ایک خون ریز جنگ چھڑتے چھڑتے رہ گئی۔مذکورہ بالا روایت واضح کرتی ہے کہ کس طرح ہر صورت میں ہمیں سماجی بقاء کے لئے اپنا کردار اداء کرنا چاہیئے۔

ج:صداقت شعاری

نبوت کے پیغام اور توحید کی دعوت کو علی الاعلان اپنے قبیلہ والوں تک پہنچانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوہِ صفا پر تشریف لائے اور قریش کے قبائل کو آواز دی:

” اے قریش! اگر میں کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے دشمن کی فوج حملہ آور ہونے کو تیار ہے تو کیا تم یقین کروگے؟ پوری قوم نے بیک زبان ہو کر کہا: نَعَمْ! مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقاً (ہاں! ہم نے آپ میں سوائے صدق اور سچائی کے کچھ نہیں پایا)۔“[22]

مکہ مکرمہ میں آپؐ کی امانت و دیانت کا عالم یہ تھا کہ مکہ کے بڑے بڑے تاجر خواہش مند ہوتے تھے کہ آپ ﷺ ان کے تجارتی سامان لے کر شام و یمن وغیرہ کی عالمی منڈیوں میں جائیں تا کہ آپ کے ذریعہ ان کی تجارت کو فروغ حاصل ہو۔ اور نبوت و رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد بھی مکہ کے وہ لوگ جو آپ کی دعوتِ اسلام کو نہیں مانتے تھے، وہ بھی آپ کے پاس اپنی امانتیں بغرض حفاظت رکھ جاتے تھے؛ انہیں اس بات کا اطمینان تھا کہ ان کی امانت اس امین کے علاوہ کسی اور کے ہاتھوں میں اتنی محفوظ نہیں ہے۔

د: مثبت سماجی رویوں کی تشکیل

حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ بیواؤں، یتیموں، مسکینوں اور غریبوں کے کام آتے ہیں، سماجی خدمت سوسائٹی کا حق ہوتا ہے، معاشرے کا یہ حق جناب نبی کریم ﷺ نے خود بھی ادا کیا اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دی اور یہی انسانی ہمدردی صحابہ کرام میں بھی منتقل ہوئی جیسا کہ مشرکینِ مکہ کی تکالیف کے مقابلے میں صدیق اکبر صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دل برداشتہ ہو کر رختِ سفر باندھا اور ہجرت کے ارادے سے مکہ سے نکل پڑے اور کچھ سفر بھی طے کر لیا۔ بنو قارہ کا سردار ابن الدغنہ جو عرب قبائل کے سرداروں میں ایک بڑا مقام رکھتا تھا، وہ کسی سفر سے مکہ واپس آرہا تھا، راستے میں اس کی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملاقات ہوگئی، ابن الدغنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہیں؟ بتایا کہ مکہ کے لوگوں نے جینا دو بھر کر دیا ہے، مکہ سے ہجرت کر کے جا رہا ہوں۔ ابن الدغنہ نے حضرت صدیق اکبر سے کہا کہ میں تمہیں نہیں جانے دوں گا، تیرے جیسے لوگ شہر نہیں چھوڑ سکتے۔ پھر ابن الدغنہ نے وہی الفاظ حضرت صدیق اکبرؓ سے کہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے پہلی وحی کے بعد حضور ﷺ سے فرمائے تھے جسے مسند امام احمد نے یوں ذکر کیا ہے:

> «إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ،»[23]
>
> "یعنی آپ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، سچی بات کرتے ہیں، بیواؤں اور لاوارث لوگوں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں، محتاجوں کو کما کر دینے والے ہیں، مہمان نوازی کرنے اور لوگوں پر آنے والی مشکلات میں ان کی مدد کرنے والے ہیں۔"

ابن الدغنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم میرے ساتھ واپس چلو، میں تمہاری ضمانت دوں گا، چنانچہ وہ انہیں ساتھ لے کر مکہ واپس آیا اور ضمانت دی۔ اسے اس امر کا ادراک تھا کہ سماجی خدمت کے جذبہ سے سرشار انسان جب اپنے ہی ہم جنسوں کے ستم کا شکار ہو جائے تو معاشرتی بقا خطرے میں پڑ جاتی ہے اور یہی درحقیقت سماجی رویوں کی تشکیل تھی جس نے مستقبل میں اسلامی انقلاب بپا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

4۔ اخلاقیات سے متعلق مرویات

حسن اخلاق، صلہ رحمی، صداقت اور ایفائے عہد، جہاں انسان کی شخصیت کا حسن ہیں وہاں معاشرتی سطح پر مضبوط معاشرے کی بنا بھی ہیں، ذیل میں اس حوالے سے چند مرویات اہل بیت کا ذکر کیا جارہا ہے۔

الف: حسن اخلاق تکمیل ایمان کی نشانی

سیدہ عائشہ سے روایت ہے:

قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن من اكمل المؤمنين إيمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله " [24]

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"سب سے زیادہ کامل ایمان والا مومن وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو، اور جو اپنے بال بچوں پر سب سے زیادہ مہربان ہو"

ب: صلہ رحمی کا حقیقی تصور

اسلامی معاشرہ کی بنیاد اخلاقیات پر ہے اور اخلاقی اقدار ہی کسی بھی معاشرے یا سماج کی پہچان ہوتی ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ان کی تعلیم دی اور بتایا کہ صلہ رحمی، بدلہ چکانے کا نام نہیں بلکہ حقیقی صلہ رحمی، قطع رحمی کرنے والے سے تعلق جوڑنے سے عبارت ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے مترشح ہوتا ہے:

«عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، قالت:لَيْسَ الوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنِ الوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا۔» [25]

" سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صلہ رحمی کے بدلے میں تعلق جوڑنے والا، صلہ رحمی کرنے والا نہیں کہلاتا بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے، جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑنے کی کوشش کرے۔

نبی رحمت ﷺ نے صلہ رحمی کا درس دیتے ہوئے اس سماجی غلط فہمی کی اصلاح فرمائی کہ ہر حال میں تعلقات کو قائم رکھا جائے۔

ج: صلہ رحمی کے سماجی ثمرات

صلہ رحمی کے ثمرات کے حوالے سے مندرجہ ذیل روایت بڑی اہم ہے:

«أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ» [26]

"حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئی سنا کہ جو چاہتا ہے کہ اس کا رزق بڑھا دیا جائے اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔"

ہر انسان یہ خواہش کرتا ہے کہ اس کی عمر اور رزق میں اضافہ ہو جائے اور اس کا نام باقی رہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اس تمنا کی تکمیل کے لئے مندرجہ بالا راستہ دکھایا ہے۔

د: راست گوئی۔۔۔جنت تک لے جانے والا راستہ

راست گوئی ترقی یافتہ اور نجات یافتہ معاشرے کی بنیاد ہے۔ حضرتِ عبد اللہؓ سے روایت ہے:

«عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، قالت ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى البِرِّ، وَإِنَّ البِرَّ يَهْدِي إِلَى الجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا. وَإِنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ، وَإِنَّ الفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا»[27]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور بے شک نیکی جنت کا رستہ دکھاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں سچا لکھا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی طرف لے جاتی ہے اور برائی دوزخ کے رستے کی طرف، اور بے شک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کی بارگاہ میں جھوٹا لکھا جاتا ہے۔"

جھوٹ ایک ایسی برائی ہے جو انسان کو دوزخ کے رستے پر لے جاتی ہے اور سچ بولنا اللہ کو اتنا پسند ہے کہ اسے جنت کی ضمانت قرار دیا۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ صادق و امین نبی ﷺ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرنے والی امت صداقت و امانت میں سب سے پیچھے اور دروغ گوئی و خیانت میں سب سے آگے ہے!

ھ: نفاق کی علامات

سیرت طیبہؐ سے متعدد اخلاقی معیارت کی تعلیم ملتی ہے جیسا کہ ایفائے عہد اور دیانتداری سے متعلق روایت ہے:

«عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " آيَةُ المُنَافِقِ ثَلاَثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ "»[28]

"حضرت علی نبی ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں، کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔"

لمحہ موجود میں خاکم بدہن یہ علامات مجموعی طور پر ہمارے اندر پائی جاتی ہیں۔ اوپر مذکور فرمان نبویؐ کی روشنی میں ہم ان صفاتِ سیئہ سے اجتناب کر کے ہی پُرامن معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار اداء کر سکتے ہیں۔

5۔ سیاسیات سے متعلق مرویات

عربی لغت میں "سیاسة" مصدر ہے اس کی ماضی "سَاسَ" اور مضارع "يَسُوْسُ" ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے: "ساس الدابة أوالفرس" اس نے مویشی یا گھوڑے کی دیکھ بھال کی، یعنی اس کو چارہ ڈالا، پانی پلایا، صاف کیا اور اسے سدھایا۔ یہ اصل ہے، جس سے سیاستِ بشر کے معنی اخذ کیے گئے ہیں۔ انسان جانوروں کی سیاست میں مہارت حاصل کرنے کے بعد انسانوں کی سیاست تک پہنچ گیا، یعنی ان کے معاملات کی دیکھ بھال میں ان کی قیادت

کرنے لگا۔ مجازی طور پر کہا جاتا ہے "سَاسَ الرعیّۃ" اس نے عوام کو کچھ باتوں کا حکم دیا اور کچھ سے منع کیا، "ساس الأمر سیاسة" یعنی کسی کام کا اس طریقے سے انتظام کرنا کہ اس کی مصلحت کے تقاضے پورے ہو جائیں۔[29]

الف: عقیدہ ختم نبوتؐ۔۔۔ مسلم اُمہ کی بقاء کی ضمانت

بنی اسرائیل میں طرزِ سیاست کچھ اس طرح کا تھا کہ ایک نبی علیہ السلام کے بعد اللہ کی طرف سے دوسرا نبیؑ مبعوث ہوتا تھا کیونکہ اس وقت سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ایک کے بعد دوسرا نبی علیہ السلام ہی مقرر ہوتا تھا مگر اللہ کے آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ نظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سپرد ہوا اور آپ کے سیاسی تدبر کی ایک جامع مثال آپ کا خاتم النبیین ہونا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور سیاسی تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپؐ درجہ بدرجہ تنظیم نو کی درجہ بندی بیان فرمائی جیسا کہ حدیثِ نبوی ہے:

« عن عائشة رضى الله عنها، قالت عن النبي صلى الله عليه و سلم قال : " كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبي خلفه نبي وإنه لا نبي بعدي وسيكون حلفاء فيكثرون " قالوا : فما تأمرنا ؟ قال : " فوا ببيعة الأول فالأول أعطوهم حقهم فإن الله سائلهم عما استرعاهم »[30]

"حضرت عائشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا" بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاسی رہنمائی بھی کیا کرتے تھے، جب بھی ان کا کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو دوسرے ان کی جگہ آموجود ہوتے، لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں میرے نائب ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس سے بیعت کر لو، بس اسی کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔"

مندرجہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ اس خلفیہ و امیر کی بیعت کرو جو پہلے مقرر ہوا ہو پھر اس خلیفہ و امیر کی واطاعت کرو جو اس کے بعد مقرر ہوا ہو اور اس خلیفہ و امیر کو "اول" اس امیر و خلیفہ کی نسبت سے فرمایا گیا ہے جو اس کے بعد مقرر ہو گا۔ اس حکم سے امت میں اندونی خلفشار اور انار کی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی کہ وہ حکام کے حقوق ادا کرے اگرچہ وہ تمہارے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کریں۔ حدیث کے آخر میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ خلیفہ و امیر / سربراہ مملکت کو رعایا کے حقوق کی حفاظت وادائیگی کی جو ذمہ داری سونپی گئی ہے وہ اس کے لئے قیامت کے دن احکم الحاکمین کی بارگارہ میں جواب دہ ہو گا، اس نے دنیا میں جن لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہو گی اس سے ان لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کرائی جائے گی اور وہ اس پر قادر نہ ہو سکے تو سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

ب: عدل وانصاف کا نفاذ

کسی بھی سیاسی نظام کی بنیاد عدل وانصاف کے نفاذ پر مبنی ہے، عدل وانصاف کے نفاذ کی شاندار مثال دنیا نے تب دیکھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک نامور خاندان کی عورت نے چوری کی تو اس کے خاندان کے لوگ گھبرا کر سفارش کا مطالبہ کرنے کے لیے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ جب اسامہ نے آپ سے اس کے بارے میں بات چیت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا، روایت ہے کہ:

«عن عائشة: ان امراة سرقت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالوا: ما نكلمه فيها ما من احد يكلمه إلا حبه اسامة فكلمه، فقال:" يا اسامة , إن بني إسرائيل هلكوا بمثل هذا، كان إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإن سرق فيهم الدون قطعوه، وإنها لو كانت فاطمة بنت محمد لقطعتها".»[31]

"ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چوری کی، ان لوگوں نے کہا: اس سلسلے میں ہم آپ سے بات نہیں کر سکتے، آپ سے صرف آپ کے محبوب اسامہ ہی بات کر سکتے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے اس سلسلے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا: "اسامہ! ٹھہرو، بنی اسرائیل انہی جیسی چیزوں سے ہلاک ہوئے، جب ان میں کوئی اونچے طبقے کا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر ان میں کوئی نچلے طبقے کا آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ اگر اس جگہ فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا"۔

عدل وانصاف کے نفاذ کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "تم مجھ سے اللہ کی حدوں میں سے کسی ایک حد کے بارے میں بات کر رہے ہو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! (بفرضِ محال) اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی اس کا ارتکاب کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور اسے کاٹ دیا گیا، پھر اس کے بعد اس نے اچھی طرح سے توبہ کر لی، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: وہ اس کے بعد میرے پاس آتی تو میں اس کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتی تھی۔

ج: اعترافِ عظمت۔۔۔ مستحکم سماجی بنیاد

رسول اللہ ﷺ کی تیار کردہ جماعت؛ صحابہ کرام کے مابین مثالی اخوت ومحبت کا رشتہ تھا۔ جس کا اظہار سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتا ہے:

«عن عائشة رضى الله عنها قالت : قال عمر لأبي بكر : يا خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه و سلم . فقال أبو بكر : أما إنك إن قلت ذلك فلقد سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول : " ما طلعت الشمس على رجل خير من عمر »[32]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن سیدنا عمر فاروق نے سیدنا ابو بکر صدیق کو ان الفاظ میں مخاطب کیا، اے وہ ذات گرامی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب انسانوں سے بہتر ہے؟ سیدنا ابو بکر

صدیق نے یہ سن کر فرمایا: عمر! اگر تم میرے بارے میں یہ کہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان ہوں تو تم خود اپنے بارے میں بھی جان لو کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو"

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے تیار کردہ رجالِ کار نہ صرف ایک دوسرے کا اکرام کرتے تھے بلکہ ایک دوسرے کی فضیلت کا برملا اعتراف کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بہترین انسان قرار دیا۔

6۔ معاشیات سے متعلق مرویات

معاشیات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو نسلِ انسانی میں انبیاء کرام سے زیادہ متوکل اور ان سے زیادہ دنیا سے بے رغبتی رکھنے والا کوئی دوسرا طبقہ نہیں ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی زندگی بسر کرنے کے لئے وسائل واسباب نہ صرف اختیار کیے بلکہ انہیں برت کر ہمارے لئے سنت بنا دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾۔[33] "اور دنیا سے اپنا حصہ لینا نہ بھولو۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭقَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْ ن﴾۔[34]

"بے شک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھہرایا اور اس میں تمہارے لیے معیشت کا سامان پیدا کیا مگر کم ہیں جو شکر کرتے ہیں۔"

اسلام کسب حلال کو فرض قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل فرمانِ باری تعالیٰ سے واضح ہوتا ہے:

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾۔[35]

"جب تم پوری کر لو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے روزی کو اپنا فضل قرار دیا ہے، رزق کے حصول کے لیے انسان کی اصلاح فرمائی کہ رات کا وقت آرام کا ہے اور دن کا وقت روزی کے حصول کا لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ رزق کی تلاش میں اس حکم کو پیش نظر رکھے تاکہ صحت مند معاشرہ وجود پذیر ہو سکے۔

الف: حضور ﷺ کی معاشی حکمتِ عملی

سیرتِ طیبہ ؐ کی روشنی میں سب سے بڑی جامع حکمت علمی رزق حلال کا تصور ہے جب حلال کمانے کی ترغیب معاشرے میں عروج پکڑے گی تو حرام ذرائع معاش ختم ہو جائیں گے اور معاشی سکون پیدا ہو گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رزق حلال کے حصول کو فرض قرار دیا ہے۔

طلب کسب الحلال فريضة بعد الفريضة.[36]

"رزق حلال کی تلاش فرض عبادت کے بعد (سب سے بڑا) فریضہ ہے۔"

ب: محنت کی کمائی کی حوصلہ افزائی

آج معاشرے میں جتنے بھی حرام ذرائع ہیں ان میں زیادہ تر ایسے ہیں جن میں بغیر محنت کے آمدن کی خواہش کی جاتی ہے جیسے سود کا پیسہ وصول کرنا وغیرہ۔ جبکہ سیرت طیبہ ﷺ میں محنت سے کمانے کی تلقین کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محنت مزدوری اور اپنی معیشت کو سنوارنے کے لئے جدوجہد کرنے والے کی تعریف کی اور مزدور کو اللہ تعالیٰ کا دوست قرار دیا ہے۔

سیدہ عائشہ کی روایت ہے:

عن عائشة رضی الله عنها، قالت: قيل : يا رسول االله، أيّ الكسب أطيب؟ قال : عمل الرّجل بيده وكلّ بيع مبرور.[37]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کون سی کمائی سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔“

ج: کفایت شعاری

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفع مند مال کی تعریف کی ہے اور اس مال کے کمانے کی خواہش اور اسے احسن طریقے سے خرچ کرنے اور اس مال کو مزید ثمر آور بنانے کو ضروری قرار دیا ہے اور ایسے صاحب حیثیت شخص کو سراہا ہے جو مال ملنے پر شاکر ہو اور اس مال کو لوگوں کی منفعت اور خیر خواہی کیلئے خرچ کرے۔ جبکہ اس ضمن میں سوائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے اور کوئی چیز اس کے پیش نظر نہ ہو۔ اور یہ تعلیم دی کہ اللہ کی نعمت مال کو ضائع نہ کیا جائے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيلَ وَقَالَ، وإِضَاعَةَ المَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ..[38]

” عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائیں ہیں: قیل و قال، مال کے ضیاع اور کثرتِ سوال۔“

د: فروغِ صنعت و تجارت

صنعت و تجارت ایک ایسا نظام ہے جس میں محنت و مشقت سے کمائی کی جاتی ہے باہمی طور پر لوگ مل کر کسی نظام زندگی کو چلاتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث مبارک ہے:

« عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ»[39]

"حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر تم میں سے کوئی آدمی اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے اور اسے فروخت کرے تو یہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے کہ وہ اسے دے یا نہ دے۔"

مندرجہ بالا روایت جہاں کسبِ حلال کی اہمیت واضح کرتی ہے وہاں بھیک مانگنے کی قباحت بھی عیاں ہوتی ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے:

«حَدَّثَنَا عَلِيّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ لاَ يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ».[40]

"حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے سے کما کر کھاتے تھے۔"

اس حدیث مبارکہ میں نبی مکرم ﷺ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے نبی اور بادشاہ ہونے کے باوجود جبکہ کوئی محتاجی بھی نہ تھی اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے کیونکہ جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے میں فضیلت ہے وہ مانگ کر کھانے میں ہر گز نہیں ہے۔

خلاصہ بحث

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا لمحہ لمحہ بتمام و کمال قیامت تک کے لیے محفوظ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو، خاموشی، شب بیداری، استراحت، مسرت و حزن، کیفیت طعام و منام حتی کہ اظہار خفگی بھی آج تک بصورت تحریر ہمارے مشام جاں معطر و معنبر کر رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیشتر جلوتی معاملات بوسیلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہم تک پہنچے جبکہ عائلی زندگی کے متعلق احکام و افعال امہات المومنین اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم نے روایت کیے۔ مقالہ ہذا میں راقم نے صرف اہل بیت اطہار کی روایات کی روشنی میں نقوش سیرت کی اطلاقی جہات کے چند نمونے نذر قارئین کیے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر کہی جا سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مطہرہ دائمی، عالمگیر، جامع ترین اور اکمل و احسن ہے۔ امور تعبدیہ ہوں یا عائلی زندگی کے اصول، معاشیات و سیاسیات کے میادین ہوں یا معاشرت و اخلاقیات کے مجالات ہر حوالے سے سیرت طیبہ ہمارے لیے ہادی و راہنما ہے۔ اسے مشعل راہ بنا کر ہم آج بھی ارض وطن پاکستان کو معاشی، سیاسی، معاشرتی، مذہبی اور اخلاقی بحرانوں اور تنزلی سے نکال کر دنیا بھر کی قیادت کے قابل بنا سکتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

[1] ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب (بیروت: دار صادر، س۔ن)،12:56۔
Ibn e Manẓūr, Muḥammad Bin Mukarram, *Lisān Al-ʿarab*(Baīrūt:Dār Ṣādar,n.d.),12:56.

[2] بلیاوی، ابوالفضل عبدالحفیظ، مولانا، مصباح اللغات، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1992ء)، 410۔
Balyāwi, Abul-Fazl Abdul Hafeez, Maulana, *Miṣbah Al-Lughat* (Karachi: Majlis-e-Nashat-e-Islam, 1992), 410.

[3] کیرانوی، مولانا وحید الزمان، القاموس الوحید (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2001ء)، 831۔
Waḥīd Al-Zamān,Al-Qāmūs Al-Waḥīd(Lahore:Idāra Islāmiyāt,2001),831.

[4] طہٰ، 21:20
Ṭāḥa, 21:20

[5] الاحزاب، 33: 34۔
Al.Aḥzāb,33:34

[6] الاحزاب، 33: 33۔
Al.Aḥzāb,33:33

[7] ترمذی، سنن الترمذی (مصر: مکتبۃ مصطفیٰ، 1975ء)، رقم: 3787۔
Tirmadhī,Sunan Al-Tirmadhī(Egypt: Maktaba Muṣṭafā,1975AD),No: 3787.

[8] القشیری، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم (الریاض: دار السلام للنشر 1421ھ)، الرقم: 97۔
Muslim ibn Ḥajjāj, Abū al-Ḥusaīn, al-Qushīrī, *Ṣahīḥ Muslim*, (Riyādh: Dār al-Salām Linashar, 1421 AH), Ḥadīth #:97.

[9] ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر)، (بیروت: دار الفکر، 1401ھ)، 3 : 127۔
Abū al-Fidā Isma'il ibn' Umar ibn Kathīr, *Tafsīr al-Quran al-'Azīm (Ibn Katheer),* (Beirūt: Dār Al-Fikr, 1401), 3 : 127.

[10] ابن حنبل، احمد بن حنبل، ابوعبداللہ، مسند احمد (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 2001ء)، الرقم: 1718
Aḥmad Bin Ḥanbal, *Musnad Ahmad*, (Beīrūt: Mu'assasa Al-Risālah,2001), Ḥadīth #:1718

[11] ابن حنبل، مسند احمد، الرقم: 1762
Aḥmad Bin Ḥanbal, *Musnad Ahmad*, Ḥadīth #:1762

[12] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، (الریاض: دار السلام للنشر، 1430ھ)، الرقم: 2612۔
Tirmadhī, Muḥammad ibn 'Isa, *Sunan Tirmidhī* (Al-Riyādh: Dār al-Salām Linashar, 1430 AH), Ḥadīth #:2612.

[13] الترمذی، جامع الترمذی، الرقم: 1161۔
Tirmadhī, Muḥammad ibn 'Isa, *Sunan Tirmidhī*, Ḥadīth #:1161.

[14] آلوسی، شہاب الدین، محمود بن عبد اللہ (1270)، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1415)، 11: 226۔
Ālūsi, Shahāb ud-dīn, Mahmood bin Abdullah (d. 1270 A.H), *Rūhul Ma'ani fi Tafsīril Qur'an il Azīm wa-Sab'il Mathani*, Beirut, , Dar al-Kutub al-Ilmiyah, 1415 A.H, 11/226

[15] کلینی، محمد بن یعقوب، الاصول الکافی (کراچی: ظفر شمیم پبلیکیشنز ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ناظم آباد، 2013ء)، 2: 112۔
Kulaīnī, Muḥammad bin Yaqūb, *Al-Aṣūl al-Kāfī* (Karāchī: Zafar Shamim Publications Trust (Registered), Naẓīmabad, 2013), 2: 112.

16 النسائی، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمٰن، السنن الکبریٰ (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 2001ء)، 3: 50۔
Al-Nisa'ī, Aḥmad ibn Sho'aib, Abūu Abdul Raḥmān, *Al-Sunan Al-Kubra* (Beīrūt: Mu'ssasah al-Risalah, 1421 AH), 3: 50

17 لوئیس معلوف، المنجد، (کراچی: دارالاشاعت، 2018ء)، 654۔
Louis Maalū, *Al-Manjad*, (Karāchi: Dar-ul-Ishaat, 2018), 654.

18 وحید الزمان، القاموس الوحید (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2001ء)، 184۔
Waḥīd Al-Zamān,Al-Qāmūs Al-Waḥīd(Lahore:Idāra Islāmiyāt,2001),831.

19 Badakhsanis,Muhammad Razarul-Haq, *Gem Practical Combined Dictionary* (Lahore: Azhar Publisher, 1998), 27.

20 ابن بزار، ابو بکر، احمد بن عمرو العتکی، مسند البزار (المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ العلوم والحکم، س-ن)، 3: 81۔
Ibn-Bazzār, Abūbakr Aḥmad bin 'Amar. *Musnad Al-Bazzar*. (Al-Madeenah al-Munawwarah: Maktabah al-Uloom wa al-Hikam, s.n), Ḥadīth # 3: 81.

21 سیالکوٹی، ابراہیم، میر، سیرت المصطفیٰ (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1987ء)، 448۔
Sīalkotī, Abrahīm, Mīr, Sīrat al-Muṣtafa (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1987), 448.

22 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، الرقم: 4397۔
Al-Bukhārī, Muhammad ibn Ismā'il, *Al-Jami 'al-Sahih* (Miṣar: Dār Tawq al-Najāt, 1422 AH), Ḥadīth #: 4397.

23 ابن حنبل، مسند احمد، الرقم: 25959۔
Aḥmad Bin Ḥanbal, *Musnad Ahmad*, Ḥadīth #:1762

24 الترمذی، جامع الترمذی، الرقم: 2612۔
Tirmadhī, *Sunan Tirmidhī,* Ḥadīth #:2612.

25 البخاری، الجامع الصحیح، الرقم: 5991۔
Al-Bukhari, *Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth #: 2053.

26 ابن عساکر، ابو القاسم علی بن الحسن، معجم ابن عساکر (دمشق: دار البشائر، 1421ھ)، 3: 56۔
Ibn Asākir, Abū al-Qāsim Ali ibn al-Ḥasan, Mujam Ibn Asākir (Dimash: Dar al-Bashāyr,1421 AH), 3:56.

27 البخاری، الجامع الصحیح، الرقم: 6094۔
Al-Bukhari, *Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth #: 6094.

28 بغوی، ابو محمد، حسین بن مسعود الشافعی، شرح السنۃ (بیروت: المکتب الاسلامی، 1403ھ)، 1: 16۔
Baghwī, Abū Muhammad, Hussaīn bin Masoud al-Shāfa'i, *Sharh al-Sunnah* (Beīrut: Al-Mahab al-Islāmi, 1403 AH), 1: 16.

29 مفتی رضوان اللہ حقانی، سیاست اور اسلام (فیصل آباد: مکتبہ حقانیہ، س-ن)، 78۔
Mufti Rizwānullah Haqqāni,*Sīat aūr Islām* (Faiṣalabād: Maktaba Haqqāniyya, S.N), 78.

30 البخاری، الجامع الصحیح، 4: 169۔
Al-Bukhari, *Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ*,4: 169.

31 النسائی، السنن الکبریٰ، 3: 449 ۔
Al-Nisa'ī, *Al-Sunan Al-Kubra*, 3: 449

32 الشافعی، محمد بن ادریس، مسند الشافعی (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1951ء)، 55۔
Al-Shafi'i, Muhammad ibn Idris, Musnad al-Shafi'i (Beirut: Dar Al-Kitab Al-Alamiya, 1951), 298.

33 القصص28:77۔

Al-Qaṣaṣ,28:77.

34 الاعراف7:10۔

Al-A'rāf,7:10.

35 الجمعۃ62:10۔

36 البیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبری (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2003ء)، 6 : 420۔

Al-Bayhaqī, Aḥmad ibn Hussein, *Sunan Al-Kubra* (Beīrūt: Dār Al-Kutub Al-'Ilmīyaḥ, 2003), 6: 420.

37 علی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 1981ء)، رقم: 9861۔

Ali bin Hussām al-Dīn, *Kanz al-'Amāl fī Sunan al-Aqwāl wa al- af'al* (Baīrūt: Mu'assasa Al-Risāla, 1981), No. 9861.

38 قضاعی، محمد بن سلامہ، مسند الشہاب (بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1407ھ) رقم: 10885۔

Quẓāī, Muḥammad bin Salāmah, *Musnad al-Shahāb* (Beīrūt: Mu'asisaḥ Al-Risālaḥ, 1407 AH) Ḥadīth #:10885.

39 البخاری، الجامع الصحیح، 3 :57۔

Al-Bukhari, *Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ*,4: 57.

40 البخاری، الجامع الصحیح، 3 :57۔

Al-Bukhari, *Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ*,4: 57.